DOI: https://doi.org/10.52015/albasirah.v11i01.30

Al-Basirah البصيرة

Volume 11, Issue 01, (June 2022)

https://albasirah.numl.edu.pk/ eISSN: 2222-4548, pISSN: 2520-7334

معنعن روایت کے بارے میں امام بخاری اور امام مسلم کا منہج: صحیحین کے تناظر میں

Methodology of Imām Bukhārī & Imām Muslim Regarding Mu'an'an Tradition in the Context of Ṣaḥiḥaīn

Ghulam Murtaza[1], Dr. Farhat Naseem Alvi[2]

[1]PhD Scholar, Dept. of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha. Email: career.developer101@gmail.com

[2]Associate Professor, University of Sargodha, Sargodha. Farhat.naseem@uos.edu.pk

Received: February 23, 2022 | Revised: June 30, 2022 | Accepted: June 30, 2022 | Available Online: June 30, 2022

ABSTRACT

The authenticity proof of the Ḥadith Traditions depends on the chain of transmission. A Ḥadith will be graded as "Ṣaḥiḥ" or authentic if its chain of transmission qualifies five conditions. One of the conditions is the in-person connectivity of the narrator with the person who is describing Ḥadith. There are some words that do not indicate a hearing or a meeting such as "'An" and "Qa'al" etc. If the narrator uses such a word while narrating the Ḥadith then according to Imām Bukhārī, the ruling on attachment to this chain of transmission will apply only when the hearing or meeting between them is confirmed. On the other hand; according to Imām Muslims to be in the same era of time and the possibility of the meeting is enough. It is very important to understand the methodology of Imām Bukhāri and Imām Muslims used in their classic collection of Aḥādith books. The following study focuses on the same.

Key Words: Listening & Meeting in person regarding Hadith Collection, Contemporaneity, Chain of Transmission, Clue-based evidence in Bukhari & Muslim.

Funding: This research received no specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Correspondence Author: career.developer101@gmail.com

تعارف

جس روایت میں راوی اپنے شیخ سے "عن"[1] کے ذریعے سے روایت کرے ایسی روایت کو محدثین کی اصطلاح میں معنعن روایت کہتے ہیں۔[2] امام بخاریؒ کا موقف ہے کہ ایسی سند اس وقت تک متصل ثابت نہ ہو گی جب تک کہ معنعِن اور معنعَن عنہ کے درمیان سماع یا لقاء ثابت نہ ہو جائے۔ آپ نے اپنی جملہ تصنیفات میں اس شرط کا اہتمام کیا ہے۔ صحیح بخاری میں تو اس اہتمام کا عالم یہ ہے کہ بسا اوقات حدیث کو بیان کرنے کا مقصد ہی ان کے نزدیک صرف سماع کی تصریح کرنا ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"ربما خرج الحديث الذي لا تعلق له بالباب جملة إلا ليبين سماع راو من شيخه لكونه قد أخرج له

1۔ "عن" کے حکم میں وہ تمام الفاظ بھی داخل ہیں جو "عن" ہی کی طرح سماع پر دلالت نہیں کرتے، جیسے أنَّ، قَالَ، ذَکَرَ، کَانَ۔

2۔ ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمٰن شہرزوری، علوم الحديث (دارا لفکر، دمشق، 1986م)، ص:56؛ قاسمی، محمد جمال الدین، قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث (دارالنفائس، بیروت، لبنان، 2006م):82/1

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

قبل ذلك شيئاً معنعناً."[1]

"بسااوقات امام بخاریؒ ایسی حدیث بیان کرتے ہیں جس کا باب سے بالکل تعلق نہیں ہوتا۔آپ اسے صرف راوی کی اپنے شیخ سے سماع کی تصریح ثابت کرنے کے لیے ذکر کرتے ہیں۔کیونکہ اس سے قبل آپ اس راوی کی "عن" سے بیان کی ہوئی روایت بیان کر چکے ہوتے ہیں۔"

مثال کے طور پر امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر باب (إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) کے تحت درج ذیل حدیث بیان کی ہے:

"حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ :سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ صُهْبَانَ،عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ إِنِّي مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ نَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْخَذْف."[2]

اس کے بعد آپ درج ذیل حدیث لائے ہیں:

"وَعَنْ عُقْبَةَ بِنِ صُهْبَانَ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْمُغَفَّلِ الْمُزَنِيِّ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ."[3]

اس دوسری حدیث کا باب سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔حافظ ابن حجرؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"وأما الحديث الثاني فأورده لبيان التصريح بسماع عقبة بن صهبان من عبد الله بن مغفل وهذا من صنيعه."[4]

"امام بخاریؒ نے دوسری حدیث عقبہ بن صہبان کی عبداللہ بن مغفل سے سماع کی تصریح ثابت کرنے کے لیے بیان کی ہے ۔یہ ان کا عام طریقہ کار ہے۔"

البتہ کہیں بھی امام بخاریؒ نے اس مسئلے کو موضوعِ بحث نہیں بنایا۔قدیم ترین تحریر جس میں "عن" والی سند کے حجت ہونے کے بارے میں بحث ہے وہ مقدمہ صحیح مسلم ہے۔امام مسلمؒ اس مسئلے کو بڑی تفصیل کے ساتھ زیرِبحث لائے ہیں۔آپ کے نزدیک معنعِن اور معنعَن عنہ کے مابین معاصرت کی شرط ہی کافی ہے۔

ضرورت واہمیت

اس مسئلہ پر اب تک بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔متقدمین اور متاخرین محدثین و شارحین نے اس موضوع پر

1۔ابن حجر عسقلانی،احمد بن علی بن محمد،هدي الساری مقدمة فتح الباری(مطبع کبریٰ میریہ،مصر،1301ھ)،ص:41

2۔بخاری،محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح، کتاب التفسير ،باب (إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) (دارالسلام،الریاض،1999م)،حدیث:4841

3۔بخاری،الجامع المسند،کتاب التفسير ،باب (إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) ،حدیث:4842

4۔ابن حجر عسقلانی،احمد بن علی،مقدمة فتح الباری(دارالسلام،الریاض،1999م):452/8

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

قلم اٹھایا ہے اور اپنے اپنے انداز میں اس مسئلے کی جزئیات پر بحث کر کے اس کو سمیٹا ہے اور اس سے نتائج اخذ کیے ہیں۔ مثال کے طور پر فریقین کے دلائل کیا ہیں، متقدمین و متاخرین میں فریقین کے مؤیدین کون کون سے علماء و محدثین ہیں، نیز راجح موقف کونسا ہے اور کس بناپر ہے، وغیرہ۔ راقم الحروف کی تحریر میں ان جزئیات میں سے کسی کو بھی موضوعِ بحث نہیں بنایا گیا، بلکہ زیرِ بحث مسئلہ کے ایک ایسے پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو بدستور تشنہ چلا آرہا تھا۔ وہ اس اختلاف کا عملی پہلو ہے کہ آیا رائے کے اس اختلاف کے نتیجے میں فریقین کے علمی کام میں عملاً کس حد تک فرق پڑتا ہے۔ کیا دونوں موقف بُعد المشرقین کے حامل ہیں؟ جیسا کہ عام تاثر ہے، یا ان میں مماثلت اور یکسانیت کے پہلو بھی موجود ہیں؟ پھر بطورِ مثال شیخین کی معرکۃ الآراء تصانیف؛ الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه یعنی صحيح البخاري اور المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم یعنی صحیح مسلم پر اس موقف کا انطباق کیا گیا ہے۔ نتیجے کے طور پر سامنے آنے والی مماثلت واختلاف کی تمام صورتوں کا بالتفصیل احاطہ کیا گیا ہے۔ مزید برآں جن اسانید میں شیخین کا موقف باہم مختلف ہے ان کو ذکر کر کے اختلاف کی نوعیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک مفید اور منفرد تحقیق ہے جو شیخینؒ کے منہج اور ان کی کتب؛ صحیحین کی درست تفہیم کے لیے انتہائی موزوں ہے۔ اس پر کام کرنے کی ضرورت اس لیے بھی تھی کہ فی زمانہ حدیث بالخصوص صحیحین پر ہونے والے انکار و تشکیک کے حملوں کی گرد سے حدیث کا تروتازہ چہرہ محفوظ رہ سکے اور عوام وخواص کی صحیح راہنمائی ہو سکے۔

موضوع کی تفصیل میں جانے سے قبل اس حقیقت کو جان لینا انتہائی ضروری ہے کہ معنعن سند میں لقاء کی شرط بذات خود مقصود نہیں، بلکہ مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ میں کوئی ایسی بات داخل نہ ہو جائے جو درحقیقت حدیث نہیں ہے۔ اس لیے جب احتیاط کے تمام لازمی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ظنِ غالب کی حد تک یہ نتیجہ نکلے کہ ان کی ملاقات کا قوی امکان ہے تو ایسی سند کی تقویت میں کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی، چاہے ملاقات کی صراحت نہ بھی ہو۔

یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ حدیث پر حکم لگاتے وقت محض سماع کی تصریح کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھتے بلکہ نہایت فراخ دلی اور وسعت نظری سے قرائن کا استیعاب کرنے کے بعد سماع یا عدم سماع کا حکم لگاتے ہیں۔ آپ نے چند احادیث میں قوی قرائنِ لقاء کی بناء پر رواۃ پر سماع کا حکم لگایا ہے، حالانکہ ان کے مابین سماع کی تصریح موجود نہیں ہے۔

دوسری طرف امام مسلمؒ بھی محض معاصرت کی بناپر اتصال کا حکم نہیں لگاتے۔ آپ کے نزدیک معاصرت اس وقت اتصال کا فائدہ دیتی ہے جب اس میں پانچ شرائط موجود ہوں۔ مثلاً: آپ ضروری سمجھتے ہیں کہ رواۃ کا زمانہ ایک ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی آپس میں ملاقات ممکن بھی ہو، نیز ان کے مابین عدمِ ملاقات کا کوئی قرینہ نہ پایا جائے۔

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں امام بخاری اور امام مسلمؒ کا موقف بڑا جامع اور ایک دوسرے کے قریب ہے۔

امام مسلم ؒ کے نزدیک رواۃ کے مابین اکتفائے معاصرت کی شرائط

آپ کے نزدیک معاصرت پر اتصال کا حکم لگانے کے لیے درج ذیل پانچ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلی شرط: راوی ثقہ ہو

آپ مقدمہ صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

"أَنَّ الْقَوْلَ الشَّائِعَ الْمُتَّفَقَ عَلَيْهِ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالأَخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا أَنَّ كُلَّ رَجُلٍ ثِقَةٍ رَوَى عَنْ مِثْلِهِ حَدِيثًا وَجَائِزٌ مُمْكِنٌ لَهُ لِقَاؤُهُ وَالسَّمَاعُ مِنْهُ لِكَوْنِهِمَا جَمِيعًا كَانَا فِي عَصْرٍ وَاحِدٍ وَإِنْ لَمْ يَأْتِ فِي خَبَرٍ قَطُّ أَنَّهُمَا اجْتَمَعَا وَلاَ تَشَافَهَا بِكَلاَمٍ فَالرِّوَايَةُ ثَابِتَةٌ وَالْحُجَّةُ بِهَا لاَزِمَةٌ."[1]

"قدیم وجدید تمام محدثین کا متفق علیہ قول ہے کہ ثقہ راوی جب اپنے جیسے سے حدیث بیان کرے اور زمانہ ایک ہونے کی وجہ سے ان کی ملاقات اور سماع ممکن ہو تو وہ روایت ثابت اور قابل حجت ہو گی اگرچہ ملاقات کی دلیل نہ ہو۔"

دوسری شرط: معاصرت کا علم ہو

جیسا کہ مذکورہ بالا قول میں ذکر ہے:

"لِكَوْنِهِمَا جَمِيعًا كَانَا فِي عَصْرٍ وَاحِدٍ"[2]

"کہ دونوں کا زمانہ ایک ہو"

مزید براں آپ اپنے مخالف موقف کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَقَدْ أَحَاطَ الْعِلْمُ بِأَنَّهُمَا قَدْ كَانَا فِي عَصْرٍ وَاحِدٍ."[3]

"جب یہ بھی معلوم ہو کہ ان دونوں کا زمانہ ایک ہے۔"

پھر آپ نے مثال میں چند تابعین کے نام پیش کیے کہ ان کی صحابہ سے معاصرت ثابت ہے، مثلاً: ابو عثمان نہدی اور ابو رافع صائغ کی ابی بن کعبؓ سے، ابو معمر الشیبانی اور عبد اللہ بن سخبرہ کی ابو مسعود انصاریؓ سے، عبد

1۔ مسلم بن حجاج قشیری، مقدمہ الجامع الصحیح (دارالسلام، الریاض، 1999م)، ص:29، 30

2۔ مسلم، مقدمہ الجامع الصحیح، ص:29، 30

3۔ مسلم، مقدمہ الجامع الصحیح، ص:29

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

الرحمن بن ابی لیلیٰ کی انس بن مالکؓ سے، ربعی بن حراش کی عمران بن حصین، ابو بکرہ اور علی بن ابی طالبؓ سے، نعمان بن ابی عیاش کی ابو سعید خدریؓ سے، عطا بن یزید اللیثی کی تمیم داریؓ سے اور حمید بن عبد الرحمن حمیری کی ابو ہریرہؓ سے معاصرت ثابت ہے۔[1]

تیسری شرط: ملاقات ممکن ہو

آپ فرماتے ہیں:

"وَجَائِزٌ مُمْكِنٌ لَهُ لِقَاؤُهُ وَالسَّمَاعُ مِنْهُ لِكَوْنِهِمَا جَمِيعًا كَانَا فِي عَصْرٍ وَاحِدٍ."[2]

"ان کی ملاقات اور سماع ممکن بھی ہو، اس طرح کہ دونوں کا زمانہ ایک ہو۔"

امام صنعانیؒ امام مسلم کی اس شرط کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" أن المعاصرة لا تكفي مطلقا بأن يكون أحدهما في بغداد والآخر في اليمن، بل لابد من تقارب المحلات ليمكن اتصال الرواة."[3]

"مطلق معاصرت کفایت نہیں کرے گی کہ ایک بغداد میں ہو اور دوسرا یمن میں، بلکہ ضروری ہے کہ ان کی جائے قیام قریب قریب ہوں تاکہ ان کی ملاقات ممکن بھی ہو۔"

چوتھی شرط: راوی مدلس نہ ہو

امام مسلمؒ فرماتے ہیں:

"إِذَا كَانَ الرَّاوِى مِمَّنْ عُرِفَ بِالتَّدْلِيسِ فِي الْحَدِيثِ وَشُهِرَ بِهِ فَحِينَئِذٍ يَبْحَثُونَ عَنْ سَمَاعِهِ فِي رِوَايَتِهِ وَيَتَفَقَّدُونَ ذَلِكَ مِنْهُ كَيْ تَنْزَاحَ عَنْهُمْ عِلَّةُ التَّدْلِيسِ."[4]

"جب راوی تدلیس میں مشہور ہو تو اس وقت محدثین روایت میں اس کے سماع کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں تاکہ اس سے تدلیس کی علت زائل ہو جائے۔"

پانچویں شرط: عدم سماع یا عدم ملاقات کی دلیل نہ ہو

آپ فرماتے ہیں: "...فَالرِّوَايَةُ ثَابِتَةٌ وَالْحُجَّةُ بِهَا لاَزِمَةٌ إِلاَّ أَنْ يَكُونَ هُنَاكَ دَلاَلَةٌ بَيِّنَةٌ أَنَّ هَذَا الرَّاوِىَ لَمْ يَلْقَ مَنْ

1۔ مسلم، مقدمه الجامع الصحيح، ص: 35

2۔ مسلم، مقدمه الجامع الصحيح، ص: 29، 30

3۔ صنعانی، محمد بن اسماعیل بن صلاح، توضیع الأفکار لمعانی تنقیح الانظار (دار الکتب العلمیه، بیروت، لبنان، 1997م): 43/1

4۔ مسلم، مقدمه الجامع الصحيح، ص: 33

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

رَوَى عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا."[1]

"...ایسی روایت ثابت ہوگی اور اس سے حجت پکڑنا لازم ہوگا الاّ یہ کہ کوئی واضح دلیل موجود ہو کہ یہ راوی جس سے بیان کر رہاہے، اس سے اس کی ملاقات یا سماع ثابت نہیں ہے۔"

عدم سماع کی دلیل سے مراد یہ ہے کہ ان کے درمیان سماع نہ ہونے کی صراحت ہو۔ تاریخی طور پر ان کا سماع ثابت نہ ہو۔ راوی ایسے صیغے سے بیان کرے جو سماع کی نفی پر دلالت کرتا ہو۔ اور معنعن اور معنعن عنہ کے درمیان بعض طرق میں واسطہ موجود ہو۔

ان میں سے کوئی شرط بھی مفقود ہو تو امام مسلمؒ معاصرت کو اتصال کے قابل نہیں سمجھتے۔ امام بخاری اور امام مسلمؒ کا موقف واضح ہو جانے کے بعد آیئے اب مسئلے کی تفصیل جانتے ہیں۔ اس کے لیے تین باتوں کا جاننا ضروری ہے:

1۔ امام بخاریؒ کے نزدیک اتصال کے لیے ملاقات کا ثابت ہونا کافی ہے یا سماع کی تصریح ضروری ہے؟

2۔ امام بخاریؒ نے ایسی احادیث کو قوی قرار دیا ہے جن میں سماع یا لقاء ثابت نہیں؟

3۔ صحیح مسلم میں ایسی روایات موجود ہیں جن پر امام بخاریؒ نے سماع کے حوالے سے کلام کیا ہے؟

امام بخاریؒ کے نزدیک ثبوتِ ملاقات کافی ہے یا سماع کی تصریح ضروری ہے؟

آپ کے نزدیک لقاء یا سماع میں سے کسی ایک چیز کا ہونا ضروری ہے، جیساکہ حافظ ابن رجبؒ فرماتے ہیں:

"امام بخاریؒ اور ابن مدینی کی رائے ہے کہ معنعن اور معنعن عنہ کے مابین سماع یا لقاء میں سے ایک ضروری ہے۔"[2]

آپ نے بعض راویوں پر سماع کا حکم محض اس بنا پر لگایا ہے کہ ان کی ملاقات ثابت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لقاء کو سماع پر محمول کرتے ہیں۔ ذیل میں چند امثلہ ملاحظہ فرمایئے:

پہلی مثال:

امام بخاریؒ نے مکحول دمشقی کے ترجمہ میں ان پر حکم لگایا ہے کہ انھوں نے واثلہ بن اسقع سے سنا ہے۔[3] جبکہ دیگر کچھ محدثین سے اس کے برعکس منقول ہے۔ جیساکہ ابو مسہر نے ان کے سماع کی نفی کی ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں، میں نے ابو مسہر سے پوچھا:

"هل سمع مكحول من أحد من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم؟قال: ماصح عندنا إلا أنس بن

1۔ مسلم، مقدمه الجامع الصحیح، ص:30

2۔ ابن رجب حنبلی، ابوالفرج عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب، شرح علل الترمذی (دارالسلام، مصر، 2012م):367/1

3۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، التاریخ الکبیر (دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان):21/8 ؛ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، التاریخ الصغیر (دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، 1986م):307/1

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

مالك. قلت: واثلة؟ فأنكره."[1]

"کیا مکحول نے کسی صحابی رسول ﷺ سے سنا ہے؟ انھوں نے کہا: میرے نزدیک انس بن مالک کے علاوہ کسی سے ان کا سماع نہیں ہے۔ میں نے پوچھا: واثلہ سے؟ انھوں نے اس بات کا انکار کیا۔"

ابو حاتمؒ فرماتے ہیں:

"مكحول لم يسمع من واثلة."[2]

"مکحول نے واثلہ سے نہیں سنا۔"

ابو زرعہؒ فرماتے ہیں:

"مكحول لم يسمع من واثلة بن ألاسقع."[3]

"مکحول نے واثلہ بن اسقع سے نہیں سنا۔"

توامام بخاریؒ نے مکحول کے واثلہ بن اسقع سے سماع کی دلیل ان کے درج ذیل قول سے لی ہے:

"دخلت أنا و أبو الأزهر على واثلة بن الأسقع فقلنا له:يا أبا الأسقع حدثنا بحديث سمعته من رسول ﷺ... حسبكم إذا حدثناكم بالحديث على المعنى."[4]

"میں اور ابو ازہر واثلہ بن اسقع کے پاس گئے اور ان سے عرض کی: ابو الاسقع! ہمیں کوئی حدیث بیان کریں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو... جب میں حدیث بالمعنٰی بیان کروں تو وہ تمہارے لیے کافی ہے۔"

دوسری مثال:

امام بخاریؒ نے ابراہیم بن ابی عبلہ کے ترجمہ میں ابن عمرؓ سے ان کا سماع بیان کیا ہے۔[5] جبکہ ابو حاتمؒ کہتے ہیں: "رأى ابن عمر."[6] (ترجمہ: "انہوں نے ابن عمرؓ کو دیکھا ہے۔")

1۔ابن ابی حاتم، ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم رازی، کتاب المراسیل (دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)، ص:165

2۔ابن ابی حاتم، کتاب المراسیل، ص:166

3۔علائی، ابو سعید بن خلیل بن کیکلدی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل (عالم الکتب، بیروت، لبنان، 1986م)، ص:285

4۔طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب، المعجم الکبیر (مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، 2008م): 65-54/22؛ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین (دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1990م): 569/3؛ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب، مسند الشامیین (مؤسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1984م): 368/2

5۔بخاری، التاریخ الکبیر: 310/1

6۔ابن ابی حاتم، ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم رازی، الجرح و التعدیل (دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان): 105/2

OPEN ACCESS Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

ابن حبان کہتے ہیں:

"و قد رأى ابن عمر."[1]

"انہوں نے ابن عمرؓ کو دیکھا ہے۔"

امام ذہبی فرماتے ہیں:

"و قيل: إنه أدرك ابن عمر، وإلا فروايته مرسلة."[2]

"کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ابن عمر کو پایا ہے، مگر اس کی روایت مرسل ہے۔"

مزید فرماتے ہیں: "أرسل عن ابن عمر."[3] (ترجمہ: "اس نے ابن عمر سے مرسل روایات بیان کی ہیں۔")

امام علائی کہتے ہیں:

"وذكر في التهذيب أنه روى عن ابن عمر رضي الله عنهما، ولم يدركه، بل هو مرسل."[4]

"تہذیب التہذیب میں ہے کہ انہوں نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے لیکن انہیں پایا نہیں، بلکہ یہ مرسل روایات ہیں۔"

ابو نعیم اصفہانی کے نزدیک ابراہیم کی ابنِ عمرؓ سے مروی روایات مرسل ہیں۔[5]

درج بالا پانچوں آئمہ کرام کے نزدیک ابراہیم کا ابن عمرؓ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ جبکہ امام بخاریؒ نے ان پر سماع کا حکم لگایا ہے۔

آپ کا استدلال درج ذیل دو روایات سے ہے:

1۔"عن إبراهيم بن أبي عبلة قال: رأيت ابن عمر يحتبي يوم الجمعة والإمام يخطب."[6]

"ابراہیم بن ابی عبلہ کہتے ہیں: میں نے ابن عمر کو بروز جمعہ دیکھا جب امام خطبہ دے رہا تھا تو آپ گوٹھ لگا کر تھے۔"

2۔"عن إبراهيم بن أبي عبلة قال: رأيت عبدالله بن عمر يوتر على راحلته."[7]

1۔ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد البستی، الثقات (دائرہ المعارف عثمانیہ، حیدر آباد، دکن، 1973م):11/4

2۔ذہبی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، سیرأعلام النبلاء (دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1971م):323/6

3۔ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد، تہذیب التہذیب (دار لفکر، بیروت، 1984م):143/1

4۔ایضاً، 143/1

5۔ابو نعیم اصفہانی، احمد بن عبداللہ، حلیة الأولیاء وطبقات الاصفیاء (دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1405ھ):245/5

6۔طبرانی، مسند الشامیین :35/1

7۔ابوزرعہ، عبدالرحمٰن بن عمرو، تاریخ ابی زرعہ الدمشقی (مجمع اللغہ العربیہ، دمشق):448/1

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

"ابراہیم بن ابی عبلہ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عمر کو دیکھا آپ اپنی سواری پر وتر پڑھ رہے تھے۔"

آپ نے ان روایات سے ثابت ہونے والی حتمی رؤیت کو سماع پر محمول کیا ہے۔

تیسری مثال:

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "القراءۃ خلف الِامام" میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں زرارہ بن ابی اوفی عمران بن حصین سے "عن" کے ساتھ بیان کررہے ہیں:

"عن ذرارة بن أبي أوفى عن عمران بن حصين أن رجلاً صلى خلف رسول ﷺ قرء بسبح اسم ربك الأعلى ....الحديث."[1]

"زرارہ بن ابی اوفی عمران بن حصین سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ آپ نے سبح اسم ربک الاعلیٰ کی تلاوت کی۔۔۔"

اس کے بعد آپ نے درج ذیل حدیث بیان کی ہے جس میں زرارہ کی رؤیت کا ذکر ہے:

"عن ذرارة قال: رأيت عمران بن الحصين يلبس الخز."[2]

"زرارہ کہتے ہیں: میں نے عمران بن حصین کو دیکھا آپ نے ریشمی کپڑا پہن رکھا تھا۔"

اس کے بعد پھر پہلی روایت پانچ مختلف سندوں سے زرارہ عن عمران بن حصین سے بیان کی ہے لیکن کسی ایک میں بھی سماع کی تصریح نہیں۔ تو آپ نے دوسری روایت صرف اور صرف ملاقات ثابت کرنے کے لیے ذکر کی ہے، ورنہ اس حدیث کا کتاب کے عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ نے یہ روایت ذکر کرکے ملاقات کی تصریح کی اور پھر اس کی معنعن روایات بیان کیں۔

اس طرح کی متعدد امثلہ امام بخاریؒ کی کتب میں موجود ہیں جن میں امام بخاریؒ نے لقاء اور رؤیت کی بناپر سماع کا حکم لگایا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ امام بخاریؒ کا موقف سماع یا لقاء میں سے کسی ایک کا ثابت ہونا ہے۔ اور آپؒ لقاء کو سماع پر محمول کرتے ہیں۔

کیا امام بخاریؒ نے ایسی احادیث کو قوی قرار دیا ہے جن میں لقاء یا سماع ثابت نہیں؟

چند احادیث کو امام بخاریؒ نے قوی قرار دیا ہے حالانکہ ان میں لقاء کی صراحت موجود نہیں ہے۔ ایسی صورت میں آپ دو باتوں کا خاص خیال رکھتے ہیں:

1۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، القراءۃ خلف الإمام (دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)، ص: 47

2۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، القراءۃ خلف الإمام، ص: 47

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

1۔ ملاقات کا احتمال قوی ترین ہو اور کوئی مانع موجود نہ ہو، بلکہ ایسے قرائن موجود ہوں کہ ملاقات کا نہ ہونا بعید از امکان ہو۔
2۔ معنعن متفرد نہ ہو بلکہ اس کے متعدد شواہد موجود ہوں، یا حدیث فضائل یا ترغیب و ترہیب سے متعلق ہو جس کی قبولیت کے لیے محدثین شرائط میں کچھ نرمی رکھتے ہیں۔
گویا امام بخاریؒ اُصولِ حدیث میں محض سطحی رائے نہیں رکھتے بلکہ تمام قرائن کو ملحوظِ خاطر رکھ کر کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ''فتح الباری'' اور ''ہدی الساری'' میں جابجا امام بخاریؒ کے اس طرزِ عمل کی وضاحت کی ہے۔ مثال کے طور پر آپ نافع والی روایت پر امام دار قطنیؒ کے نقد کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لكن في سياق الخبر ما يدل على أن نافعا حمله عن عبد الله بن عمر فقد قدمنا مرارا أن البخاري يعتمد مثل ذلك إذا ترجح بالقرائن أن الراوي أخذه عن الشيخ المذكور في السياق."[1]

"حدیث کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ نافع نے اس کو عبداللہ بن عمرؓ سے لیا ہے۔ ہم پہلے متعدد دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ جب قرائن سے یہ بات راجح ہو کہ راوی نے اپنے شیخ سے سنا ہے تو امام بخاریؒ ایسی صورت میں اعتماد کرتے ہیں۔"

اسی طرح ہاشم بن ہاشم کی روایت کے بارے میں یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ آیا عامر بن سعد کا اپنے والد سے سماع ہے یا نہیں، فرماتے ہیں:

"والظاهر أن البخاري أخرجه على الاحتمال لقرينة معرفة عامربن سعد بحديث أبيه.[2]

"ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اسے اس قرینہ کی بناپر بیان کیا ہے کہ عامر بن سعد کو اپنے والد کی احادیث کی معرفت ہے۔"

اسی طرح امام بخاریؒ متکلم فیہ رواۃ کی روایات کی چھان بین کر کے صحیح اور غیر صحیح روایات کو الگ کرتے ہیں اور پھر صحیح روایات کو بیان کرتے ہیں جیسے اسماعیل بن ابی اویس کی روایات کی چھان بین کر کے اس کی صحیح روایات کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔[3]
اسی طرح سعید بن ابی عروبہ کی احادیث کے بارے میں ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"فإذا أخرج من حديث هؤلاء انتقى منه ما توافقوا عليه."[4]

"جب امام بخاریؒ ایسے راویوں سے بیان کرتے ہیں تو ان کی چھان پھٹک کے بعد متفق علیہ روایات لیتے ہیں۔"

1۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد، هدي السارى مقدمة فتح الباري، ص:387
2۔ عسقلانی، هدي السارى مقدمة فتح الباري، ص:386
3۔ ایضاً، ص:410
4۔ ایضاً، ص:435

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

اسی طرح عبداللہ بن صالح کی احادیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"أن الذي يورده من أحاديثه صحيح عنده قد انتقاه من حديثه."[1]

"بے شک امام بخاریؒ نے اس کی جو احادیث بیان کی ہیں وہ صحیح ہیں اور انہیں آپ نے ان کی احادیث سے چن کر لیا ہے۔"

اسی طرح امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

"كل رجل لاأعرف صحيح حديثه من سقيمه لا أروي عنه ، ولا أكتب حديثه."[2]

"مجھے جس راوی کی صحیح اور ضعیف احادیث کے مابین فرق کی معرفت نہ ہو تو ان سے روایات نہیں لیتا، نہ اس کی حدیث کو لکھتا ہوں۔"

لہٰذا امام بخاریؒ کے منہج میں قرائن اور انتقاء کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔قرائن متعدد ہوتے ہیں، ان کا استیعاب ایک مشکل امر ہے۔البتہ چند ایک قرائن درج ذیل ہیں:

پہلا قرینہ: شہر ایک ہو اور معاصرت اتنی طویل ہو کہ عدم ملاقات بعید از امکان ہو، جیسا کہ شیخ عبدالرحمٰن معلمیؒ فرماتے ہیں:

"فأما إذا كان وقوع اللقاء ظاهراً بيناً فلا محيص عن الحكم بالاتصال وذلك كمدني روى عن عمر ولم يعلم لقاؤه له نصاً لكنه ثبت أنه ولد قبل وفاة عمر بخمس عشرة سنة مثلا فإن الغالب الواضح أن يكون قد شهد خطبة عمر في المسجد مراراً."[3]

"جب ملاقات کا ہونا قوی ہو تو پھر اتصال کا حکم لگانے میں کوئی چیز مانع نہیں ہو گی، جیسے کوئی مدنی راوی عمرؓ سے بیان کرے اور نص سے ان کی ملاقات ثابت نہ ہو لیکن یہ معلوم ہو کہ وہ عمرؓ کی وفات سے 15 سال قبل پیدا ہوا ہے۔تو پھر یہ واضح ہے کہ وہ مسجد میں حضرت عمرؓ کے خطبہ میں کئی دفعہ حاضر ہوا ہو گا۔"

دوسرا قرینہ: ثقہ معاصر اپنے کسی رشتہ دار سے بیان کرے تو ایسی صورت میں بھی سماع کا امکان غالب ہوتا ہے۔اور ثقہ معاصر غیر مدلس جس کی ملاقات ثابت نہیں، اس کی روایت کو درج ذیل امور مزید قوی بنادیتے ہیں:

1۔اس ثقہ راوی کا اپنے اسی شیخ سے متابع موجود ہو۔

2۔اس کی بیان کی ہوئی روایت کا بعینہ شاہد موجود ہو۔

1۔ایضاً، ص:435

2۔ترمذی، محمد بن عیسیٰ، علل الکبیر (عالم الکتب، بیروت، 1409ھ):978/2

3۔معلمی، عبدالرحمٰن بن یحییٰ یمانی، التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل (المکتب الاسلامی، دمشق):84/1

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

3۔ راوی اس بات میں معروف ہو کہ اس کے تمام شیوخ ثقہ ہیں۔
اب چندان احادیث کا جائزہ لیا جاتا ہے جنھیں امام بخاریؒ نے قوی قرار دیا ہے جبکہ بظاہر راوی کا سماع معلوم نہیں:

پہلی حدیث:

امام بخاریؒ سلیمان بن بریدہ کے حالات میں ذکر کرتے ہیں کہ ان کا اپنے والد سے سماع مذکور نہیں۔[1] اس کے باوجود فرماتے ہیں:

"و حديث سفيان الثوري عن علقمة بن مرثد عن ابن بريدة عن أبيه في المواقيت هو حديث حسن."[2]

"سفیان ثوری کی مواقیت کے بارے میں حدیث جو عن علقمہ بن مرثد عن ابن بریدہ عن أبیہ سے مروی ہے، وہ حسن ہے۔"

امام بخاریؒ یہ بھی بیان کررہے ہیں کہ سلیمان بن بریدہ کا اپنے والد سے سماع مذکور نہیں، اور پھر اس کی اپنے والد سے "عن" سے بیان کی ہوئی روایت کو حسن بھی کہہ رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے درج ذیل قوی قرائن کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے حسن قرار دیا ہے۔

1۔ سلیمان اور ان کے والد بریدہ بن حصیب کے مابین سماع کا ثابت ہونا عدم سماع سے زیادہ قوی ہے۔ وہ اس طرح کہ آپ کی پیدائش خلافتِ عمر میں 15ھ میں ہوئی اور وفات 90 سال کی عمر میں 105ھ میں ہوئی۔[3] اس حساب سے آپ کو اپنے والد گرامی کی زندگی کے 48 سال میسر آئے ہیں۔ اور یہ بعید از امکان بات ہے کہ بیٹا اپنے والد کی زندگی میں 48 سال تک ان سے ملا ہی نہ ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو محدثین اسے ضرور بیان کردیتے، خاص طور پر جبکہ سلیمان کی اپنے والد سے مروی روایات بھی کم نہیں ہیں، بلکہ کافی زیادہ ہیں اور نقاد محدثین کے ہاں معروف ہیں۔

2۔ اس حدیث کے متعدد شواہد ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور سلیمان بن بریدہ اس حدیث میں منفرد نہیں ہیں۔

سلیمان بن بریدہ کی اپنے والد کے واسطے سے مروی روایت یہ ہے کہ ایک آدمی نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے نماز کے اوقات کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

1۔ بخاری، التاریخ الکبیر: 4/4
2۔ ترمذی، علل الکبیر: 202/1، 203
3۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التهذیب: 174/4؛ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد، تقریب التهذیب (دار الرشید، حلب، 1406ھ)، ص: 121

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

"ہمارے ساتھ نمازوں میں حاضر رہ۔" پھر آپ نے بلال کو حکم دیا تو انہوں نے صبح کے اندھیرے میں اذان دی ۔۔۔"ان دونوں اوقات کے مابین نمازوں کا وقت ہے۔"[1]

اس حدیث کے درج ذیل شواہد موجود ہیں:

1۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث۔[2]

2۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی حدیث۔[3]

3۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث۔[4]

چنانچہ امام بخاریؒ نے سلیمان کی حدیث کو ان صحیح شواہد اور سماع کے قوی احتمال کی بنا پر صحیح قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث:

امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

"حَدِيثُ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ إِلاَّ أَنَّ إِبْرَاهِيمَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ هُوَ قَدِيمٌ لاَ أَدْرِي سَمِعَ مِنْهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ أَمْ لاَ , وَكَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يَقُولُ : هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ."[5]

"استحاضہ کے بارے میں حمنہ بنت جحش کی حدیث حسن ہے مگر ابراہیم بن محمد بن طلحہ کے بارے میں میں نہیں جانتا کہ ان سے عبداللہ بن محمد بن عقیل نے سنا ہے یا نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔"

اس حدیث کو امام بخاریؒ حسن قرار دے رہے ہیں باوجودیکہ انہیں عبداللہ بن محمد بن عقیل کے ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے سماع کے متعلق شک ہے۔ اس کی وجہ درج ذیل قوی قرائن ہیں:

1۔ سماع کا احتمال عدم سماع کے احتمال سے زیادہ قوی ہے۔ وہ اس طرح کہ امام ابن مدینیؒ کے بقول ابراہیم

1۔ مسلم، المسند الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب اوقات الصلوات الخمس، حدیث: 1392؛ نسائی، احمد بن شعیب، السنن، کتاب المواقیت، باب اول وقت المغرب (دار السلام، الریاض، 1999م)، حدیث: 519؛ ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ، السنن، کتاب الصلاۃ، باب ذکر مواقیت الصلاۃ الخمس (دار التاصیل، مصر): 166/1، حدیث: 323؛ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، کتاب الصلاۃ، باب ذکر الوقت الذی أسفر المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بصلاۃ الصبح فیہ (مؤسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان)، حدیث: 1492

2۔ مسلم، المسند الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب اوقات الصلوات الخمس، حدیث: 1393؛ نسائی، السنن، کتاب المواقیت، باب آخر وقت المغرب، حدیث: 523

3 ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، الجامع، أبواب الصلاۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم، باب ما جاء فی مواقیت الصلاۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (دار السلام، الریاض، 1999م)، حدیث: 149؛ نسائی، السنن، کتاب المواقیت، باب آخر وقت المغرب، حدیث: 513، 524

4۔ نسائی، السنن، کتاب المواقیت، باب آخر وقت الظهر، حدیث: 502؛ ابن حبان، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، کتاب الصلاۃ، باب ذکر الوقت الذی أسفر المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بصلاۃ الصبح فیہ، حدیث: 1493؛ حاکم، المستدرک، کتاب الصلاۃ، باب فی مواقیت الصلاۃ: 194/1، حدیث: 696

5۔ ترمذی، علل الکبیر: 187/1، 188

OPEN ACCESS | CC BY NC Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

بن محمد بن طلحہ کی وفات 110ھ میں ہوئی ہے۔[1] اور ابن عقیل کا ابراہیم بن محمد سے پہلے کے لوگوں سے سماع ثابت ہے جیسا کہ امام بخاریؒ ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"سمع ابن عمر و جابراً و الطفيل بن أبي."[2]

"اس نے ابن عمر، جابر، اور طفیل بن اُبی سے سنا ہے۔"

حضرت ابن عمرؓ 73ھ میں فوت ہوئے۔ ابن عقیل کا ابن عمر سے سماع ثابت ہے۔ اگر اس وقت ابن عقیل کی عمر آٹھ سال بھی فرض کی جائے تب بھی ان کی ولادت 65ھ بنتی ہے اور انہیں محمد بن ابراہیم بن طلحہ کی زندگی کے 45 سال ملتے ہیں۔ اور وہ دونوں ایک ہی شہر "مدینہ منورہ" میں رہے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ اتنا عرصہ ایک ہی جگہ رہنے کے باوجود ان کی آپس میں ملاقات نہ ہوئی ہو باوجودیکہ متعدد مواقع بھی میسر آئے ہوں اور ملاقات میں مانع بھی کوئی نہ ہو۔ پھر یہ حدیث مدنی السند ہے۔ اور مدینہ میں تدلیس کا رواج نہ تھا کہ یہ گمان ہو کہ راوی نے اس شیخ سے عن کے ساتھ بیان کر دیا ہے جس سے اس کا سماع ثابت نہیں ہے۔

امام حاکمؒ فرماتے ہیں:

"أهل الحجاز و الحرمين و مصر و العوالي ليس التدليس مذهبهم."[3]

"اہل حجاز، اہل حرمین، اہل مصر اور مضافات کے علاقوں کے لوگ تدلیس کے عادی نہیں تھے۔"

اسی بنا پر محدثین مدنی سند کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"اتفق أهل العلم بالحديث على أن أصح الأحاديث أحاديث أهل المدينة."[4]

"محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح ترین احادیث اہل مدینہ کی ہیں۔"

2۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل کی ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے مروی حدیث کے اکثر فقرات کے متعدد شواہد موجود ہیں:

1۔ حضرت عائشہؓ کی حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش والی حدیث۔[5]

1۔ابن حجر عسقلانی، تہذیب التهذيب: 154/1

2۔بخاری، التاريخ الكبير: 183/5

3۔حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، معرفة علوم الحديث (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1977م)، ص: 11

4۔زرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ بن بہادر، النكت على مقدمه ابن الصلاح (اضواء السلف، الریاض، 1998م): 152/1

5۔بخاری، الجامع المسند، كتاب بدء الوحی، باب غسل الدم، حدیث: 228؛ مسلم، المسند الصحيح، كتاب الحيض، باب المستحاضة و غسلها و صلاتها، حدیث: 779

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

2۔ حضرت عائشہؓ کی ام حبیبہؓ کے بارے میں حدیث۔[1]
3۔ حضرت عائشہؓ کی مستحاضہ عورت کے بارے میں حدیث۔[2]
3۔امام احمد بن حنبلؒ علوم حدیث میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ان کا اس حدیث کو صحیح کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث قابل حجت ہے۔
چنانچہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو اس بنا پر قوی قرار دیا ہے کہ سماع کا احتمال عدم سماع کے احتمال سے زیادہ قوی ہے، پھر اس کے صحیح شواہد موجود ہیں، نیز امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

تیسری حدیث

امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے اُس حدیث کے بارے میں دریافت کیا جسے عطاء بن یسار ابو واقد اللیثی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "زندہ جانور سے جو حصّہ کاٹ لیا جائے وہ مردار تصور ہوگا۔"[3]
امام ترمذیؒ فرماتے ہیں، میں نے امام بخاریؒ سے پوچھا:

"أَتَرَى هَذَا الْحَدِيثَ مَحْفُوظًا ؟ قَالَ : نَعَمْ . قُلْتُ لَهُ : عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَدْرَكَ أَبَا وَاقِدٍ ؟ فَقَالَ : يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ أَدْرَكَهُ , عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ قَدِيمٌ."[4]

"آپ کے خیال میں یہ حدیث محفوظ ہے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں۔ میں نے پوچھا: عطاء بن یسار نے ابو واقد کو پایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ممکن ہے پایا ہو کیونکہ عطاء بن یسار قدیم ہیں۔"

امام بخاریؒ عطاء کے ابو واقد لیثی سے سماع کے حوالے سے کسی حتمی رائے سے گریزاں ہیں۔ لیکن وہ اس حدیث کو محفوظ بھی قرار دے رہے ہیں۔ایسا درج ذیل دو اسباب کی بنا پر ہے:
پہلا سبب: ملاقات کا احتمال عدم ملاقات کے احتمال سے زیادہ قوی ہے۔وہ اس طرح کہ ابو واقد لیثی کی وفات 68ھ میں ہوئی۔[5] اور عطاء بن یسارؒ کی پیدائش 19ھ کی ہے۔[6] اس حساب سے انھوں نے ابو واقد کی زندگی کے تقریباً 50 سال دیکھے ہیں۔ بچپن کے 10 سال نکال کر بھی 40 سال بنتے ہیں۔اس عرصہ میں وہ ایک ہی شہر ،یعنی مدینہ منورہ میں رہے ہیں۔ تو یہ بات بعید از امکان ہے کہ اتنی مدت ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے ان کی ملاقات

1۔بخاری،الجامع المسند،کتاب بدء الوحي،باب عرق الاستحاضة،حدیث:327 ؛مسلم،المسند الصحيح، كتاب الحيض،باب المستحاضة و غسلها و صلاتها ،حدیث:781
2۔ابوداود، سلیمان بن اشعث سجستانی،السنن، كتاب الطهارة، باب من قال أن المستحاضة تغتسل من ظهر إلى ظهر (دارالسلام،الریاض،1999م)،حدیث:299
3۔ترمذی،الجامع،كتاب الاطعمه،باب ما قطع من الحى فهو ميت،حدیث:1480
4۔ترمذی،علل الکبیر:633/2
5۔طبرانی،المعجم الكبير:243،242/3؛ابن حجر عسقلانی،تہذیب التہذیب:270/12
6۔ابن حجر عسقلانی،تہذیب التہذیب:218/3

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

نہ ہوئی ہو جبکہ ملاقات کے مواقع بھی بہت زیادہ ہوں اور اس میں مانع بھی کوئی نہ ہو۔ لہٰذا ان کے مابین ملاقات کا احتمال قوی ترین ہے۔

دوسرا سبب: اس حدیث کا ابو سعید خدریؓ کی روایت سے ایک شاہد موجود ہے جس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ ابو واقد کی حدیث محفوظ ہے اور وہ اس حدیث میں منفرد نہیں ہیں۔

اس بحث سے واضح ہوتا ہے کہ بہت کم احادیث ایسی ہیں جن کو امام بخاریؒ نے صراحۃً ثابت نہ ہونے کے باوجود راجح قرائن کی بنا پر قوی قرار دیا ہے۔ اس مسئلے کی تین صورتیں بنتی ہیں:

پہلی صورت یہ کہ: ملاقات ثابت ہے۔ امام بخاریؒ نے جن احادیث کو قوی قرار دیا ہے وہ تمام ایسی ہی ہیں سوائے چند ایک۔

دوسری صورت یہ کہ: ملاقات ثابت تو نہیں، البتہ قوی ترین احتمال ہے کہ ملاقات ہوئی ہے۔ امام بخاریؒ نے ایسی چند ایک احادیث کو قوی قرار دیا ہے۔

تیسری صورت یہ کہ: ملاقات ثابت نہیں، البتہ احتمال اور امکان ہے۔ امام بخاریؒ ایسی احادیث کو قبول نہیں کرتے لیکن امام مسلمؒ اس صورت میں بھی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہاں درج ذیل سوال پیدا ہوتے ہیں:

امام بخاریؒ نے جن اسانید پر سماع کے حوالے سے نقد کیا ہے؛

1۔ ان میں صرف سماع یا لقاء ہی کا مسئلہ ہے یا دیگر مسائل بھی ہیں؟

2۔ ان میں معاصرت ثابت ہے؟

3۔ وہ تمام راوی ثقہ ہیں؟

اس کا جواب دینے کے لیے دو قسم کی بحث بنتی ہے:

1۔ اتصال سند کے حوالے سے

2۔ عدالت رواۃ کے حوالے سے

اتصالِ سند کے اعتبار سے تین قسم کے راوی زیرِ بحث آتے ہیں:

1۔ مدلسین 2۔ مرسلین 3۔ جن کی سند کے اتصال میں قرینہ کی بنا پر شک ہے۔

اور عدالتِ رواۃ کے اعتبار سے بھی تین قسم کے راوی زیرِ بحث آتے ہیں:

1۔ مجہولین 2۔ ضعفاء 3۔ ثقات

ان چھ قسموں میں سے پہلی پانچ قسموں کی عدم حجیت پر امام بخاری اور امام مسلمؒ کا اتفاق ہے۔ اس لیے ان پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ آخری قسم "ثقات" کی مزید تین قسمیں ہیں:

1۔ ثقہ راوی جس کی سند پر سماع کے حوالے سے کلام ہے وہ سند کسی اور وجہ سے ضعیف ہے۔

2۔ ثقہ راوی جن کی معاصرت کا احتمال ہے۔

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

3۔ ثقہ راوی جن کی معاصرت ثابت ہے۔

ان میں سے بھی پہلی دو قسموں کی عدم حجیت پر دونوں شیوخ کا اتفاق ہے۔ صرف آخری قسم میں اختلاف ہے۔اسی کی وضاحت ذیل میں پیش کی گئی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ امام بخاریؒ نے جن اسانید پر سماع کے حوالے سے نقد کیا ہے ان میں سے ایک قسم کو چھوڑ کر باقی سب امام مسلمؒ کے ہاں بھی قابل نقد ہیں۔ مثلاً:

1۔امام بخاریؒ نے مدلسین کی عن سے بیان کی ہوئی روایات پر سماع کے حوالے سے نقد کیا ہے۔ یہ امام مسلمؒ کے نزدیک بھی قابل حجت نہیں کیونکہ ان کی بھی شرط یہ ہے کہ عن سے بیان کرنے والا مدلس نہ ہو۔

2۔اسی طرح امام بخاریؒ نے مرسلین پر سماع کے حوالے سے نقد کیا ہے۔امام مسلمؒ کے نزدیک ان کا حکم بھی مدلسین کی طرح ہے اور ایسی سند متصل نہیں سمجھی جائے گی۔

3۔امام بخاریؒ نے ایسے رواۃ پر سماع کے حوالے سے کلام کیا ہے جن کی اپنے اساتذہ سے ملاقات کے بارے میں ایسے قرائن موجود ہیں جو یہ شک پیدا کرتے ہیں کہ ان کا اپنے اساتذہ سے سماع ثابت نہیں۔اس بات میں بھی امام مسلمؒ،امام بخاریؒ کے ساتھ متفق ہیں کیونکہ انھوں نے شرط لگائی ہوئی ہے کہ "سماع کی نفی پر کوئی قرینہ دلالت نہ کرتا ہو۔" جو یہاں پوری نہیں ہوتی۔

4۔اسی طرح امام بخاریؒ نے مجہول راویوں پر سماع کے حوالے سے کلام کیا۔امام مسلمؒ کے نزدیک بھی ان کی روایت درست نہیں کیونکہ آپ کے نزدیک راوی ثقہ ہونا ضروری ہے۔ نیز امام بخاریؒ نے جتنے مجہول راویوں پر کلام کیا ہے ان میں سے کسی ایک کی بھی اپنے استاد سے معاصرت ثابت نہیں ہے۔ جبکہ امام مسلمؒ کا موقف ہے کہ معاصرت معلوم ہونی چاہیے۔ گویا اس صورت میں بھی امام مسلمؒ امام بخاریؒ کے ساتھ متفق ہیں۔

5۔امام بخاریؒ نے کچھ ضعیف راویوں پر سماع کے حوالے سے کلام کیا ہے۔اور ضعیف راوی کی روایت امام مسلمؒ کے ہاں بھی قابل قبول نہیں کیونکہ آپ کی شرط ہے کہ راوی "ثقہ" ہونا چاہیے۔

6۔امام بخاریؒ نے جن ثقہ راویوں پر سماع کے حوالے سے کلام کیا ہے ان کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں:

الف۔ ثقہ راوی جس کی سند میں کوئی اور ضعیف راوی موجود ہو۔ ظاہر ہے ایسی روایت بھی دونوں کے ہاں نا قابل قبول ہے۔

ب۔ ثقہ راوی جس کی معاصرت احتمالی ہو۔ ظاہری بات ہے ایسی سند امام مسلمؒ کے ہاں بھی متصل نہیں کیونکہ آپ صرف احتمالِ معاصرت پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ آپ کے نزدیک معاصرت کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بھی شیخینؒ باہم متفق ہیں۔

ج۔ ثقہ غیر مدلس راوی جن کی معاصرت ثابت ہے۔امام بخاریؒ کے نزدیک اس صورت میں ملاقات یا سماع ہونا ضروری ہے چاہے ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو۔ لیکن امام مسلمؒ کے نزدیک اس صورت میں امکانِ لقاء ہی کافی ہے۔

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

اس ایک صورت میں شیخینؒ کا موقف باہم مختلف ہے۔ صحیح مسلم میں اس قبیل کی صرف بارہ روایات ہیں جو امام مسلمؒ کے منہج کے مطابق متصل اور سماع پر محمول ہیں جبکہ امام بخاریؒ کے منہج کے مطابق عدمِ سماع پر محمول سمجھی جائیں گی[1] تاآنکہ ان قرائن کی تائید میسر ہو جائے جن پر امام بخاریؒ اس طرح کی صورتِ حال میں انحصار کرتے ہیں۔

گویا چند ایک اسانید کے علاوہ باقی تمام اسانید و رجال میں شیخینؒ اس مسئلے میں باہم متفق ہیں۔ جو روایات امام بخاریؒ کے نزدیک عدم سماع کی وجہ سے قابل نقد ہیں وہ امام مسلمؒ کے ہاں بھی قابل نقد ہیں، کیونکہ ان میں وہ شرائط نہیں پائی جاتیں جو امام مسلمؒ نے اکتفائے معاصرت کے لیے لگائی ہیں۔

کیا صحیح مسلم میں ایسی روایات موجود ہیں جن پر امام بخاریؒ نے سماع کے حوالے سے کلام کیا ہے؟

صحیح مسلم میں چھ اسانید ایسی ہیں جن پر امام بخاریؒ نے سماع کے حوالے سے کلام کیا ہے۔ ان اسانید کی تفصیلات ذیل ہیں:

1۔ بکیر بن عبداللہ بن اشج عن حمران بن ابان
2۔ زید بن اسلم عن حمران بن ابان
3۔ سلیمان بن بریدہ عن ابیہ
4۔ عبداللہ بن معبد عن ابی قتادہ
5۔ عبید بن نضلہ عن مغیرہ بن شعبہ
6۔ محمد بن منکدر عن حمران بن ابان

پہلی سند

امام بخاریؒ نے بکیر بن عبداللہ کا ذکر ان راویوں میں کیا ہے جنھوں نے حمران بن ابان سے بیان کیا ہے لیکن ان کا سماع ذکر نہیں کیا۔[2] امام مسلمؒ نے "مخرمہ بن بکیر عن ابیہ عن حمران مولیٰ عثمان" کی سند سے درج ذیل روایت بیان کی ہے:

"تَوَضَّأَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ يَوْمًا وُضُوءًا حَسَنًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ: "مَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لاَ يَنْهَزُهُ إِلاَّ الصَّلاَةُ غُفِرَ لَهُ مَا خَلاَ مِنْ ذَنْبِهِ."[3]

1۔ معلمی، التنکیل: 82/1
2۔ بخاری، التاریخ الکبیر: 80/3
3۔ مسلم، المسند الصحیح، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء و الصلاة عقبه، حدیث: 570

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

"عثمان بن عفانؓ نے ایک دن بہت عمدہ وضو کیا، پھر فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا، پھر مسجد کی طرف صرف نماز کی غرض سے نکلا، اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

یہ حدیث اس سند سے محفوظ ہے۔اس کی متابعت معاذ بن عبدالرحمٰن عن حمران والی درج ذیل روایت ہے:

"مَنْ تَوَضَّأَ لِلصَّلاَةِ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّلاَةِ الْمَكْتُوبَةِ فَصَلاَّهَا مَعَ النَّاسِ أَوْ مَعَ الْجَمَاعَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَهُ."[1]

"جس نے کامل وضو کیا پھر فرض نماز کو باجماعت یا مسجد میں ادا کیا تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

امام بخاریؒ کے نزدیک معاذ بن عبدالرحمٰن کا حمران سے سماع ثابت ہے۔[2] امام مسلمؒ نے بکیر کی حدیث بیان کرنے کے بعد معاذ بن عبدالرحمٰن کی حدیث بیان کی ہے۔اس سے بکیر کی حدیث میں عدم سماع کا اندیشہ زائل ہو جاتا ہے۔

دوسری سند

امام بخاریؒ نے زید بن اسلم کو ان لوگوں میں بیان کیا ہے جنھوں نے حمران سے روایت لی ہے۔ان کا حمران سے سماع ذکر نہیں کیا۔[3] امام مسلمؒ نے اس کی درج ذیل حدیث صحیح مسلم میں بیان کی ہے:

"أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَاسًا يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَحَادِيثَ لاَ أَدْرِي مَا هِيَ إِلاَّ أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَالَ: "مَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَكَانَتْ صَلاَتُهُ وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً."[4]

"میں عثمان بن عفان کے پاس وضو کا پانی لایا تو آپ نے وضو فرمایا، پھر کہا: لوگ رسول اللہ ﷺ سے احادیث بیان کرتے ہیں جنھیں میں نہیں جانتا۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا انھوں نے اس طرح وضو فرمایا جیسے میں نے کیا ہے، پھر فرمایا: "جس نے اس طرح وضو کیا اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔اور ان کی نماز اور مسجد کی طرف چل کر جانا اضافی ثواب ہو گا۔"

اس حدیث کے پہلے حصّے میں زید کی ابو وائل شقیق بن سلمہ نے متابعت کی ہے جسے امام احمد، ابن ماجہ اور ابن حبانؒ نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هَذَا ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ."[1]

1۔مسلم، المسند الصحيح، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء و الصلاة عقبه، حدیث: 571

2۔بخاری، التاريخ الكبير: 80/3

3۔بخاری، التاريخ الكبير: 80/3

4۔مسلم، المسند الصحيح، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء و الصلاة عقبه، حدیث: 566

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

"جس نے میری طرح وضو کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

دوسرے حصّے پر صنابحی کی حدیث شاہد ہے۔ یہ حدیث وضو کے گناہوں کے کفارہ ہونے کے بارے میں ہے۔ اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: "ثُمَّ كَانَ مَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَصَلَاتُهُ نَافِلَةً لَهُ."[2]

"پھر اس کا مسجد کی طرف چل کر جانا اور اس کی نماز اضافی ثواب کا باعث ہونگے۔"

یہ حدیث فضائل اعمال سے متعلق ہے۔ اس کے معنوی شواہد بہت زیادہ ہیں۔ امام منذریؒ نے الترغیب والترہیب میں ان تمام شواہد کا تفصیلی احاطہ کیا ہے۔[3]

تیسری سند

امام بخاریؒ سلیمان بن بریدہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"وَ لَمْ يُذْكَرْ سُلَيْمَانُ سِمَاعاً مِنْ أَبِيهِ."[4]

"سلیمان کا اپنے والد سے سماع مذکور نہیں۔"

امام مسلمؒ نے سلیمان کی اپنے والد سے مروی دس احادیث بیان کی ہیں۔ ان تمام کے صحیح مسلم ہی میں دیگر مقامات پر شواہد موجود ہیں۔ اور راجح بات یہی ہے کہ سلیمان کا اپنے والد بریدہ سے سماع ثابت ہے کیونکہ انھوں نے اپنے والد کی عمر سے 48 سال پائے ہیں۔ اور اتنا لمبا عرصہ بیٹے کا باپ سے نہ ملنا بعید از امکان ہے۔ اگر ان کا اپنے والد سے سماع ثابت نہ ہوتا تو نقاد محدثین میں یہ بات مشہور ہوتی۔ اور وہ ضرور اس بات کا تذکرہ کرتے کہ اتنا طویل عرصہ ایک بیٹا اپنے باپ سے نہیں ملا۔ نیز سلیمان نے اپنے والد سے کثیر روایات بیان کی ہیں۔
ان میں سے کسی ایک میں بھی ان کے اور ان کے والد کے مابین کوئی واسطہ مذکور نہیں، نہ ہی کوئی ایسا لفظ مذکور ہے جو عدم سماع پر دلالت کرتا ہو۔ یہ محال ہے کہ سماع بھی ثابت نہ ہو اور اتنی زیادہ تعداد میں روایات مروی

1۔ احمد، ابو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانی، المسند، باب مسند عثمان بن عفان رضی الله عنه (عالم الکتب، بیروت، لبنان، 1998م): 66/1، حدیث: 478؛ ابن ماجہ، محمد بن یزید قزوینی، السنن، کتاب الطهارة، باب ثواب الطهور (دار السلام، ریاض، 1999م)، حدیث: 285؛ ابن حبان، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، باب ذكر الزجر عن الاغترار بالفضائل التى رويت للمرء على الطاعات، حدیث: 360

2۔ مالک، ابو عبد اللہ مالک بن انس اصبحی، الموطا، کتاب الطهارة، باب جامع الوضوء (دار احیاء التراث العربی، مصر)، حدیث: 60؛ نسائی، السنن، کتاب الطهارة، باب مسح الاذنين مع الراس و ما يستدل به على انهما من الراس، حدیث: 103؛ ابن ماجہ، السنن، کتاب الطهارة، باب ثواب الطهور، حدیث: 282؛ احمد، المسند، باب حديث ابى عبد الله الصنابحى رضى الله عنه: 349/4، حدیث: 19278

3۔ منذری، عبد العظیم بن عبد القوی، الترغيب والترهيب (دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1417ھ): 160-151/1

4۔ بخاری، التاريخ الكبير: 4/4

OPEN ACCESS Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

ہونے کے باوجود کسی ایک جگہ بھی درمیان میں کوئی واسطہ یا کوئی ایسا لفظ مذکور نہ ہو جو عدمِ سماع پر دلالت کرتا ہو۔مزید براں یہ کہ بریدہ سے ان کے دونوں بیٹے؛ سلیمان اور عبداللہ روایات بیان کرتے ہیں۔
محدثین نے ان میں سے سلیمان کی روایات کو زیادہ صحیح اور افضل قرار دیا ہے۔[1] امام بخاریؒ نے خود بھی سلیمان بن بریدہ عن ابیہ سے مروی اوقاتِ نماز والی روایت کو حسن کہا ہے۔[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اپنے نزدیک بھی یہ سند متصل ہے۔

چوتھی سند

امام بخاریؒ عبداللہ بن معبد زمانی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ولا نعرف سماعه من أبي قتادة."[3]

"ہمیں اس کا قتادہ سے سماع معلوم نہیں۔"

امام مسلمؒ نے اس سند سے روزوں والی حدیث بیان کی ہے۔[4] اس حدیث کے اکثر فقرات کے شواہد موجود ہیں۔انہیں امام منذریؒ کی الترغیب والترغیب میں دیکھا جا سکتا ہے۔[5] بہت سے آئمہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا، جیسے امام شعبہ، حماد بن زید اور عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ۔[6] نیز یہ حدیث بھی فضائل اعمال میں سے ہے۔ان تمام امور کی بنا پر امام مسلمؒ نے اسے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔

پانچویں سند

امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

"لا أدري عبيد بن نضلة سمع من المغيرة بن شعبة أم لا."[7]

1۔ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی، الجرح والتعدیل (دائرہ معارف عثمانیہ، حیدر آباد، ہند، 1952م):102/4؛ احمد، ابو عبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی، العلل و معرفة الرجال برواية ابنه عبد الله (المکتب الاسلامی، بیروت، 1988م):114/1، 160، 239؛ احمد، ابو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانی، العلل و معرفة الرجال برواية المروزی (دار السلفیہ، بمبئی، ہند، 1988م)، ص:198، 199

2۔ترمذی، علل الکبیر: 202/1، 203

3۔بخاری، التاریخ الکبیر: 198/5؛ بخاری، التاریخ الصغیر: 302/1

4۔ملاحظہ ہو: مسلم، المسند الصحیح، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر و صوم یوم عرفة و عاشوراء والاثنین والخمیس، حدیث: 2803

5۔منذری، الترغیب والترہیب: 112/2، 126

6۔مسلم، المسند الصحیح، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أيام من کل شهر و صوم یوم عرفة و عاشوراء والإثنين والخمیس، حدیث: 2804، 2807

7۔ترمذی، علل الکبیر: 587/2

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

"مجھے نہیں معلوم کہ عبید بن نضلہ نے مغیرہ بن شعبہ سے سنا ہے یا نہیں۔"

امام مسلمؒ نے اس سند سے وہ روایت بیان کی ہے جس میں عورت کا خیمے کی لکڑی مار کر اپنی سوتن کو قتل کرنے کا ذکر ہے۔[1] مغیرہ بن شعبہ کی حدیث کی اصل عبید بن نضلہ کے طریق کے علاوہ سے بھی محفوظ ہے۔ وہ مسور بن مخرمہ کا طریق ہے جسے ائمہ بخاری اور مسلمؒ دونوں نے بیان کیا ہے۔[2] نیز اس حدیث کا ائمہ بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہؓ کی حدیث سے شاہد بھی موجود ہے۔[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلمؒ کا اعتماد محض عبید کی حدیث پر نہیں بلکہ آپ نے اس کے شواہد بھی بیان کیے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام بخاریؒ نے جس طریق پر کلام کیا ہے، اس کے علاوہ طریق سے بھی یہ حدیث محفوظ ہے۔

چھٹی سند:

امام بخاریؒ نے محمد بن منکدر کو ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جنھوں نے حمران بن ابان سے روایت کی ہے لیکن ان کا سماع ذکر نہیں کیا۔[4] امام مسلمؒ نے محمد بن منکدر عن حمران عن عثمان بن عفان سے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم :مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ."[5]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔"

امام مسلمؒ نے اس حدیث کو اس سے ماقبل حدیث کے شاہد کے طور پر بیان کیا ہے جو سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہ کی سند سے مرفوعاً مروی ہے۔[6] عروہ بن زبیر، جن کا حمران سے سماع ثابت ہے، نے اس حدیث کے ہم معنٰی روایت میں محمد بن منکدر کی متابعت کی ہے یہ روایت مسند الشافعی میں بھی موجود ہے۔[7] اس سے واضح ہوتا

1۔ مسلم، المسند الصحیح، كتاب القسامة، باب دية الجنين و و جوب الدية فى قتل الخطاء و شبه العمد على عاقلة الجانى، حدیث: 4487

2۔ بخاری، الجامع الصحیح، كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة، باب ما جاء فى اجتهاد القضاء بما أنزل الله تعالى ، حدیث: 7317؛ مسلم، المسند الصحیح، كتاب القسامة، باب دية الجنين و و جوب الدية فى قتل الخطاء و شبه العمد على عاقلة الجانى، حدیث: 4491

3۔ بخاری، الجامع الصحیح، كتاب الديات، باب جنين المرأة و أن العقل على الوالد و عصبة الوالد لا على الولد، حدیث: 6910؛ مسلم، المسند الصحیح، كتاب القسامة، باب دية الجنين و و جوب الدية فى قتل الخطاء و شبه العمد علىٰ عاقلة الجانى، حدیث: 4485

4۔ بخاری، التايخ الكبير: 80/3

5۔ مسلم، المسند الصحیح، كتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء، حدیث: 601

6۔ مسلم، المسند الصحیح، كتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء، حدیث: 600

7۔ شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس، المسند (دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان): 31/1

OPEN ACCESS Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

ہے کہ محمد بن منکدر کی حمران سے حدیث محفوظ ہے۔اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ نیز امام مسلمؒ نے صرف اس روایت پر اعتماد نہیں کیا بلکہ اس کے ہم معنی حدیث ابو ہریرہؓ بھی بیان کی ہے۔
صحیح مسلم میں صرف یہ چھے اسانید ہیں جن پر امام بخاریؒ نے عن سے مروی ہونے کی وجہ سے سماع کے حوالے سے کلام کیا ہے۔ان روایات کی حقیقت، حیثیت اور ان کو لینے میں امام مسلمؒ نے جس قدر احتیاط سے کام لیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس احتیاط کے بعد یہ روایات امام بخاریؒ کے منہج کے مطابق بھی قوی اور قابل عمل بن جاتی ہیں۔ گویا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس مسئلے میں معمولی اختلاف کے باوجود عملاً صحیحین میں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں جو شیخین میں سے کسی کے ہاں قوی نہ ہو۔

تحقیقی نتائج

صحیحین کی معنعن روایات پر مرکوز اس تحقیق سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:
1۔ سماع ولقاء کے مسئلے میں امام بخاری اور امام مسلمؒ کا موقف مماثلت رکھتا ہے۔
2۔ اس مسئلے کی جملہ جزئیات کو سمیٹنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صرف ایک صورت کے علاوہ تمام صورتوں میں امام بخاری اور امام مسلمؒ کا موقف باہم یکساں ہے۔ان میں اس حوالے سے کسی قسم کا اختلاف کوئی اختلاف نہیں۔
3۔اختلاف صرف اس صورت میں ہے کہ امام مسلمؒ کے نزدیک ملاقات کا امکان ہونے کی صورت میں روایت متصل سمجھی جائے گی جبکہ امام بخاریؒ کے نزدیک ملاقات ثابت ہونے کی صورت میں۔
4۔اس اعتبار سے صحیحین کو دیکھا جائے تو صحیح بخاری کی کوئی روایت ایسی نہیں جس پر امام مسلمؒ کا سماع کے حوالے سے کلام ہو۔البتہ صحیح مسلم کی کل چھ اسانید ہیں جن پر امام بخاریؒ کا سماع کے حوالے سے کلام ہے۔
5۔ جن قرائن وشواہد کی بدولت امام مسلمؒ نے ان روایات کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اس اعتبار سے وہ روایات امام بخاریؒ کے منہج کے مطابق بھی قابلِ حجت بن جاتی ہیں، کیونکہ اس طرح کی صورتِ حال میں آپ کا منہج بھی قرائن وشواہد کی بنا پر حکم لگانا ہے۔
6۔درج بالا گذارشات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ شیخین کے موقف میں جزوی اختلاف کے باوجود عملاً صحیحین میں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں جس کی سند شیخین میں سے کسی کے ہاں نا قابلِ اعتبار ہو۔
7۔امام مسلمؒ امام بخاریؒ کے شاگرد ہیں۔یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم کی تالیف میں آپ نے جو منہج اختیار کیا ہے اس میں امام بخاریؒ کے منہج کا اثر واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

8۔ یہ بات اپنی جگہ مسَلم ہے کہ دونوں ائمہ مجتہد مطلق ہیں۔ دلائل و براہین کی روشنی میں کوئی موقف اختیار کرتے ہیں، نہ کہ کسی تعلق کی بناپر۔
9۔ دلیل کی بناپر کیے گئے اختلاف کو دونوں ائمہ انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسے اختلاف کرنے والے کا حق سمجھتے ہیں۔ نیز حفظِ مراتب اور ادب کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔
10۔ زیرِ بحث مسئلہ کے چھ پہلو ہیں جن میں سے پانچ میں دونوں آئمہ مجتہدین باہم متفق ہیں۔ ایک پہلو جس میں اختلاف ہے اس کی بھی تین جزوی صورتوں میں سے صرف ایک صورت میں اختلاف ہے۔
11۔ اس اختلافی صورت کی روایات کو سامنے رکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان میں جس قدر احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا، اس کے بعد وہ روایات امام بخاریؒ کے نزدیک بھی قابل حجت قرار پاتی ہیں۔
12۔ اس سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ اس مسئلے میں شیخینؒ کا موقف باہم قریب اور متفق ہے۔

Al Baṣīrah, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad. https://albasirah.numl.edu.pk/
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)